پھینک دیں گے لیکن اسلام ایک تروتازہ میوہ دار درخت کی مانند ہے۔ جس کو سائنس اور حقیقی فلسفہ کا پانی خوشنما بنا دیتا ہے اس سے میری یہ مراد نہیں کہ اسلام فلسفہ کا محتاج ہے یا اسے سائنس کی ضرورت ہے بلکہ میری مثال کا مطلب یہ ہے کہ سائنس کے نئے نئے تجارب اور نئے نئے علوم اپنی زبردست گواہیوں سے دن بدن اسلام کی صداقت کو بڑھا رہے ہیں (اللّٰھم زد فزد) وہ علوم اور وہ حکمتیں جو آج یورپ اور امریکہ والے ہزاروں حادثوں صدہا تکلیفوں اور برسوں کے تجربوں اور تحقیقاتوں سے بصد مشکل دریافت کرتے ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں ہم دیکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض مفید عام اور مفید بنی نوع انسان حکمتیں آج سے تیرہ سو برس پہلے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلیں۔ مجھے مثال دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ ایک دو باتیں ہوں تو آدمی مثال بھی دیدے۔ مگر جہاں لاکھوں کروڑوں کا حساب ہو وہاں مثال دینا بھی بے فائدہ ہے اور جو چیز اظہر من الشمس ہو اس کے متعلق لمبے چوڑے دلائل دینے بھی تحسین کے قابل نہیں۔ مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی روح فائدہ اٹھا لیوے میں مختصر طور پر چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں۔ جن سے بطور مشتے نمونہ از خروارے کچھ نہ کچھ۔ پتہ لگ جاویگا۔

(مثال اول) ملک جرمنی کا ایک عالم اور ڈاکٹر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھتا ہوا ایک عجیب بات لکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اس طرح رقمطراز ہے۔

"میں ایک (حدیثوں کی) کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک حدیث میری نظر سے گزری۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسل سبعہ مرات اُولٰھن بالتراب۔ ترجمہ۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو کہ جب چاٹ جائے کتا تم میں سے کسی کا برتن۔ پس چاہیئے کہ دھووے اس کو پانی سے سات دفعہ۔ اور جن میں سے ایک دفعہ مٹی سے دھووے جب میں نے اس حدیث کو پڑھا۔ تو میرے دل میں آیا کہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بہت عظیم الشان آدمی گزرا ہے۔ لغو اور مہمل اور بے فائدہ بات کہنی اس کی شان کے شایان نہیں۔ برتن کو مٹی سے دھونے میں بھی ضرور کوئی نہ کوئی پر از منفعت حکمت ہوگی۔ تب ہی تو ایسے بزرگ اور عظیم الشان مصلح نے تاکید فرمائی۔ اس بات کو دل میں رکھتے ہوئے میں نے مختلف قسم کی مٹیوں کو تجربہ میں لا کر اچھی طرح ان کے اجزاء کا امتحان کیا امتحان کے بعد جو میں نے نتیجہ نکالا وہ یہ تھا۔ کہ تمام مختلف الاقسام مٹیوں میں مشترک چیز جو ہر ایک قسم کی مٹی میں پائی جاتی ہے وہ نوشادر ہے۔ پھر میں نے نوشادر سے سگ گزیدوں کا علاج کیا۔ جس میں مجھے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور میرے دل میں اس بات سے رسول عربی کی عظمت بیٹھ گئی۔"

یہ ہے وہ مثال جو میں نے آپکے سامنے پیش کی ہے۔ اللہ اللہ کیا مطہر و منزہ وہ وجود تھا۔ جو آج تک اپنے روحانی فیضوں سے ہماری روحوں کی بیماریوں کو دھوتا چلا آیا بلکہ قیامت تک وہ پاک رسول اپنا روحانی فیض پہونچاتا رہے گا (اللّٰھم صل علی محمد و بارک وسلم) ہماری روحیں قربان ہوں اس پر۔ کیا ہی سرور اور خوشی اور سچا اطمینان ہماری روحوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جرمن جیسے علوم سے بھرے ہوئے ملک میں ایک نہائت متبحر عالم اور فاضل ڈاکٹر جو ہر قسم کے طبی اور طبعیات کے علوم میں ماہر ہے۔ بڑی دقتوں سے اور بڑا سامان مہیا کرکے مدتوں میں ایک تجربہ کرتا ہے (وہ بھی حدیث کو دیکھ کر) کہ نوشادر کتے کے زہر کو دور کرتا ہے اور اس کا ازالہ کرتا ہے۔ لیکن ایک شخص ہے کہ عرب جیسے جاہل ملک میں رہنے والا نوشت وخواند سے ناآشنا جہالت کے زمانہ میں فرماتا ہے۔ جب کتا برتن چاٹ جاوے۔ تو ایک دفعہ مٹی سے دھو یا کرو تا کہ کتے کے موہنہ کا اثر مٹی کے نوشادری اجزا سے زائل ہو جاوے۔ سبحان اللہ! کیا عظیم الشان حکمت ہے اور کیا ہی مفید اور سہل علاج ہے۔ اگر آپکے اقوال پر غور سے نظر کریں۔ تو ہر ہر لفظ حکمت سے بھرا ہوا نظر آتا ہے اور ہر ہر فقرہ بلاؤں سے بچنے کے لئے ایک کاری حربہ ہے انسان کہاں تک بیان کرے عقلمندوں اور اہل حق کے نزدیک ایک مثال ہی کافی ہے اور اسلام کے خروارے نمونہ کے طور پر ایک مشت ہی کافی ہے۔ لیکن دنیا میں مختلف الطبائع لوگ ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو طرز دیکھ کر حق اور غیر حق کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اور بعض کو ایک نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ان کو کوئی نمونہ نظر آتا ہے تو وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں جو ایک ہی نمونہ یا ایک مثال کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان کی طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوتی ہے کہ وہ معاملہ کو صفائی سے اور بالکل صاف طور پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے جو تیسری قسم کے لوگ ہیں ایک مثال کافی نہیں ہوتی۔ میں شائد اس ایک مثال پر ہی بس کرتا اگر مجھے تیسری قسم کے لوگوں کا خیال نہ آتا۔ اس لئے میں بجائے کسی اور مثال کے آج کل کے ایک نہائت عظیم الشان عالم قرآن کی فرمائی ہوئی ایک مثال پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں طاعون نے دس بارہ سال سے اُدھم مچایا ہوا ہے اور ایک سخت خوفناک طور پر وباء عام کے رنگ میں برابر ہر سال غضب ڈھاتی ہے۔ یورپ کے حکماء علماء اور ڈاکٹروں نے بہت علاج تجویز کئے بہت گولیاں ایجاد کیں۔ بہت میکسچر طیار کئے۔ مگر [illegible] کسی طرح بھی تخفیف نہ ہوئی ایک ٹیکہ بھی تجویز کیا گیا اور فائدہ بھی اس سے ہُوا۔ مگر بہ سبب کسی قدر نقصان ہو جانے کے اور بسبب اطمینان کا علاج نہ ہونے کے اور بہ سبب تمام ڈاکٹروں کا پورا اتفاق نہ ہونے کے وہ بند کیا گیا لیکن پھر بھی کوشش برابر جاری رہی۔ حتے کہ یورپ اور امریکہ کے تمام ڈاکٹروں نے کلی اتفاق سے یہ بات پاس کی کہ طاعون کا اصل سبب چوہے ہیں اور اگر چوہے مروائے جاویں تو یہ وبا دور ہو جاوے گی۔ تمام ڈاکٹروں نے متفق ہو کر یہ بات پاس کی تھی۔ خود گورنمنٹ کی طرف سے ایک ٹریکٹ "وباء سے بچو" چھپا تھا۔ جو پنجاب کے مدرسوں کے تمام طلباء کو ایک ایک کاپی دیگئی تھی۔ اس میں صرف اسی بات پر زور دیا گیا تھا کہ چوہے جہاں پاؤ۔ مار ڈالو اور یہ چوہے ہی طاعون کی جڑھ ہیں۔ غرض کہ تمام ٹریکٹ کا یہی خلاصہ تھا اور ادہر یہ ٹریکٹ چھپا۔ ادہر گورنمنٹ نے لاکھوں روپے کے خرچ سے مخلوق الٰہی کے آرام کے لئے لوہے کے پنجرے چوہوں کے پکڑنے کے لئے بنوائے ........ اور شہر بہ شہر ان کو تقسیم کر دیا گیا۔ تاکہ لوگ ان سے اپنے مکانوں کے چوہے مار ڈالیں بلکہ گاؤں میں بھی لوگوں کو پنجرے دئے گئے اور تاکیداً یہ حکم دیا گیا کہ چوہے مار ڈالو اب دیکھو کہ تمام دنیا کے ڈاکٹر مل کر بڑے بڑے تجارب کر کر ہزاروں تدبیروں کے بعد مدتہائے دراز میں اس بات کا فتوے دیتے ہیں کہ جہاں چوہے ملیں مار ڈالو۔ کیونکہ یہ بہت خوفناک چیز ہے ادھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو بخاری جیسی معتبر کتاب میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خمسٌ من الدواب لاحرج من تقتلھن الغراب والحدأۃ الفأرۃ والعقرب والکلب العقور۔ ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص احرام باندھے ہوئے حج کرتے ہوئے مار ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔ کوا۔ چیل۔ چوہا۔ بچھو اور باؤلا کتا۔ وہ پاک مقام یعنے مکہ جہاں گھاس کاٹنے کی اجازت نہیں۔ درخت کاٹنے کی اجازت نہیں۔ اور پھر وہ مقدس ایام احرام کے جن دنوں میں حج ہوتا ہے اور پھر یہ کہ پاک مقام مکہ میں اور خاص اُن دنوں میں جبکہ حاجی کو ایک جوں مارنی بھی منع اور بال کٹوانے منع۔ شکار کرنا منع۔ سلا ہوا کپڑا پہننا منع درخت کاٹنا منع گھاس کاٹنا منع ایسے مقدس مقام پر پھر ایسے پاک ایام میں ایک حاجی کہ جس کو جوں مارنی بھی منع ہے ایک چوہا مل جاتا ہے کیا اس کو چھوڑ دے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے کہ چوہا جہاں ملے مار ڈالو اگر احرام باندھا بھی ہو۔ تو تو بھی بے شک مار ڈالو۔ کیونکہ یہ بیماری کے پھیلنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ اللہ کیسی تاکید ہے اور کیسا کڑا حکم ہے کہ ہرگز ہرگز مت رکو جہاں ملے

اس ناپاک کو مار ڈالو اور دنیا کو اس سے پاک و صاف کرو۔ سبحان اللہ! آپ کی کیسی صداقت ظاہر ہوتی ہے اور ایک مومن کے لئے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے اور کیسی ایک خوشی دل میں محسوس ہوتی ہے جب دیکھتے ہیں کہ وہ بات جو آج سے تیرہ سو برس پہلے آپ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیان فرمائی وہی آج بڑی بڑی تحقیقاتوں کے بعد ضروری اور لابدی ظاہر کی جاتی ہے وہ حکمت جو تمام علماء ملکر نکال رہے ہیں پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال میں درج ہوتی ہے اس سے بڑھکر بیّن دلیل کسی کی سچائی کی کیا ہوسکتی ہے اور اس سے زیادہ واضح صداقت کس مذہب میں ملسکتی ہے؟ ان خصوصیات کا مورد صرف اسلام ہی ہے جن سے تمام مذاہب باطلہ عاری ہیں اور اس بات کی ہمیں خوشی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسے مذہب کے لئے چن لیا۔ جو واقعی طور پر حقیقی علوم کا مجموعہ اور حکمتوں سے بھرپور خزانہ ہے والحمد للہ رب العالمین

الراقم سید از قادیان

---

# بدرِ خواتین

کیا ہُوا ہاتھ میں گہنے کو جو پہنا بی بی
علم سیکھو کہ یہی دل کا ہے گہنا بی بی

## زیور

ہندوستان کی عورتوں کو زیور کا اس قدر وحشیانہ شوق ہے کہ محققانِ باتمیز نے ہندوستان کے افلاس کا اسے ایک بہت بڑا سبب ظاہر کیا ہے میں اس کی تائید میں کچھ لکھنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے ہندوستان کی بیبیوں پر یہ بات جتانی مناسب ہے کہ زیور پہننا شائستگی اور تہذیب سے بہت دور ہے خصوصاً ایسا زیور جیسا کہ ہمارے ہندوستان میں پہنا جاتا ہے۔ رسم و رواج ہم لوگوں پر اس قدر غالب ہے کہ اس کی موٹی سے موٹی خرابی بھی ہمیں نظر نہیں آتی۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم رسم و رواج سے قطع نظر کریں تو ہمیں صاف معلوم ہونے لگیگا کہ اپنے جسم کو چھیدنا ناک اور کان میں سوراخ کرنے ہاتھ اور پاؤں اور گلے میں وزن لادے پھرنا کونسی انسانیت اور معقولیت ہے۔

صحرائے افریقہ میں بعض قومیں ایسی وحشیانہ ہیں کہ مہذب دنیا کے سیاح جب اُدھر جاتے ہیں تو رنگین شیشوں کے ٹکڑے ان کے لئے تحفتہً لے جاتے ہیں ان ٹکڑوں کو وہ لوگ بڑے شوق سے ان کے ہاتھوں سے چھین لیتے ہیں اور اپنے کان یا ناک یا کسی اور حصہ جسم میں چھید کرکے ڈال لیتے ہیں اس احسان کے عوض میں سیاحوں کی بہت خدمت کرتے ہیں اور چونکہ طلائی کانیں اس طرف بکثرت ہیں ان کے معاوضہ میں ان کو سونا چاندی لاکر مالا مال کر دیتے ہیں اسی طرح امریکہ کے وحشی اپنے جسموں کو مختلف رنگوں سے رنگتے ہیں اور سروں پر پر وغیرہ لگائے پھرتے ہیں ایسے ہی جاننے دیجئے۔ شہر کی تیز دار عورتیں گاؤں والیوں کے بھاری زیورات پر نام دہرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ گنواریاں اتنا بھاری زیور پہنتی ہیں کہ اپنے کان ناک کاٹ لیتی ہیں لیکن اگر ان کے نزدیک یہ گنواریاں قابل اعتراض ہیں تو اس اعتراض سے وہ خود کیونکر الگ ہوسکتی ہیں فرق تو صرف اتنا ہی ہے کہ ان کا زیور ذرا بھاری ہوتا ہے اور ان کا ہلکا۔ گاؤں کی عورتیں بہ نسبت شہری عورتوں کے سخت مضبوط اور قوی بھی تو زیادہ ہوتی ہیں جس بات کو وہ بخوبی ہنسی خوشی برداشت کرلیتی ہیں شہری عورتیں اس کو اپنے لئے ناقابل برداشت سمجھتی ہیں لیکن مہذب اور شائستہ عورتوں کی نگاہ میں ہندوستانی عورتیں کتنی زیادہ قابل اعتراض ہیں جتنی کہ ان کے نزدیک گنواریاں۔ اس لئے کہ وہ اپنے جسم میں کئی سوراخ کرتی ہیں جو صریح ایک ناشائستگی اور وحشت کی علامت ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں کسی قوم کی عورتوں کو زیور کا اتنا عشق نہیں ہے جتنا کہ ہندوستانی عورتوں کو ہے۔ ان کا عشق تو جنون کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے۔ جان ایمان اور دنیا کی ہر ایک شئے کی محبت سے زیور کی محبت ان کو زیادہ ہوتی ہے۔ اور اب تو یہ بطور نمود اور اظہار تمول اور خوشحالی کے لئے زیادہ تر اور زیب و زینت کی نظر سے کمتر پہنا جاتا ہے۔ لیکن اس کا رواج غالباً اس طرح ترقی کر گیا ہے کہ زمانہ جہالت میں جبکہ نہ بنک گھر تھے نہ ڈاکخانہ میں روپیہ حفاظت کے لئے جمع ہوسکتا تھا نہ اصول تجارت سے لوگ واقف تھے نہ روپے سے فائدہ اُٹھانے کی صورت لوگوں کو کوئی معلوم تھی نہ کفایت شعاری کے فائدوں سے لوگ آشنا تھے اسلئے عموماً لوگوں کا ایسا خیال تھا کہ نقد روپیہ خرچ ہو جاتا ہے اس کے پس انداز اور اندوختہ کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہو کہ کوئی زیور بنوا لیا جاوے یہ رواج بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ گیا کہ اب تو نمود و نمائش جہالت اور بے عقلی کا خاصہ ہو گیا پہلے تو عورتیں زیورات زیب اور آرائش کے لئے پہنتی تھیں۔ لیکن بے علم ہونے کی وجہ سے چونکہ بے عقل بھی تھیں اس لئے نمود کا مادہ بڑھ گیا اور زیور کو ایک کرشمہ دکار سمجھنے لگیں۔ روپیہ کا روپیہ ہُوا جو آسانی سے خرچ نہیں ہوسکتا۔ زینت زیبائش جدا ہو گئی اور لوگوں کو اپنی آسودگی جتانے کا عمدہ ذریعہ ہاتھ لگا۔ غرض یہی اسباب جمع ہو گئے۔ جنھوں نے ہند کی عورتوں کی نظروں میں زیور کو ایسا عزیز بنا دیا اور اس کے پہننے کی کافی گنجائش نکالنے کے لئے انہوں نے اپنے جسم میں سوراخ کرنے شروع کرئے یہ محبت صاف ظاہر ہے کہ زیور پہننے کی خوشی میں اس تکلیف کی وہ بالکل پرواہ نہیں کرتیں۔ جو ان کے کان اور ناک چھیدنے میں ان کو پہنچتی ہے لیکن اگر زیور کے سوائے ان کو کوئی اس قدر رنج دیکر یہ کہے کہ وہ اپنے جسم میں کسی اور جگہ ایک چھوٹا سا چھید کر لینے دیں تو شاید کوئی عورت بھی اس پر خوشی سے راضی نہ ہو گی۔ حالانکہ زیور پہننے کی خوشی میں وہ آگے رہ کر بعض حالتوں میں اپنے ہاتھ سے کان ناک چھید لیتی ہیں اور تمام عمر یہ تکلیف سہا کرتی ہیں کبھی ان کے کان پک جاتے ہیں کبھی درد ہوتا ہے۔ پیپ جاری ہو جاتی ہے کبھی سوراخ بڑھتے بڑھتے اس حصہ کو بالکل کاٹ دیتے ہیں اور ان کے چہرہ کو بدنما کر دیتے ہیں زیور کا پہننا ان کے لئے ایک مصیبت ہوتا ہے لیکن وہ سب کچھ برداشت کرتی ہیں۔

اس بات پر مہذب قومیں کتنا سخت اعتراض ان پر کرتی ہیں اور انہیں نیم وحشی اور غیر شائستہ بتاتی ہیں اور ان کا اعتراض ہے بھی درست۔ ہندوستان کی تعلیم یافتہ اور اعلےٰ سوسائٹی کی بیبیوں کو جنہیں میموں اور یورپین لیڈیوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ان کے زیور کتنے ٹھیک۔ نازک اور خوبصورت اور مختصر ہوتے ہیں اور زیور پہننے سے ان کا مقصد صرف زیبائش ہوتا ہے نہ کہ کچھ اور۔ نہ ان کے ناک کان چھدے ہوتے ہیں نہ وہ بھاری بھاری گہنوں سے لدی ہوئی ہوتی ہیں اور ان ہندوستانی لیڈیوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یورپین عورتیں ہندوستانیوں کے ان زیورات پر دل سے نفرت اور حقارت کرتی ہیں۔

ہندوستان کی عورتوں کو زیور کی اس قدر ہوس ہوتی ہے کہ اگر انہیں خود میسر نہیں ہوتا تو شادی بیاہ میں وہ زیور کو مانگ کر پہن جاتی ہیں اگر کسی طرح یہ بات ظاہر ہو جاتی ہو گی اور ممکن نہیں کہ نہ کھلی ہو تو ان کی اس چھوٹی شیخی اور نمائش پر ہم چشموں میں شرم تو نہ آتی ہو گی لیکن یہ بات اس قدر عام اور معمول رواج کی طرح جاری ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بالکل معیوب نہیں خیال کی جاتی اور کیوں معیوب سمجھی جاوے جبکہ سب عورتوں کی نظروں میں زیور کی یکساں عزت ہو سب عورتیں جانتی ہیں۔ کہ زیور ایسی ہی چیز ہے کہ اس کا مانگ کر بھی پہنا عیب نہیں ہوسکتا۔ لہذا ایک دوسری کو معذور سمجھتی ہیں اور بُرا نہیں جانتیں۔ مگر میری پیاری بہنو۔ یاد رکھو۔ اصل اور حقیقی جواہرات اور سچے نگدار گہنے علم ہے علم حاصل کرنے میں کوشش کرو۔ آپ کا دل خود بخود بتا دیگا کہ اصل گہنا کون سا ہے۔ اپنا تو قول ہے۔

کیا ہُوا ہاتھ میں گہنے کو جو پہنا بی بی
علم سیکھو کہ یہی دل کا ہے گہنا بی بی

اگر بہنوں نے میرے اس مضمون کو پسند کیا تو دوسرے جلسہ میں شمار اور اعداد کی رو سے زیور کے مالی اور جانی نقصان بیان کروں گی۔

آپ بہنوں کی خادمہ
فاطمہ بیگم

# مکتوبات خلیفۃ المسیح

(۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ کسی عورت کا اپنے شوہر سے پہلی عورت کا طلاق شرط کرنا عام طور پر شرع اسلام مین ناپسند ہے خاص طور پر نظر ۃ جب ایک عورت دوسری بی بی کو پسند نہ کر سکے تو اس عورت کو اختیار ہے خود طلاق لے لے ۔ لیکن مین دیکھتا ہون کہ خدا کے بندے ہو کر رسول کی امت ہو کر لوگ زنا جھوٹ شراب خوری ۔ فریب اور دغا سے باز نہین آتے ۔ احمدی کیون کر ان کو روک سکتا ہے ۔ میرے نزدیک تو ایسے معاہدات سرے سے برے ہین ۔ احمدی کرے یا غیر احمدی کرے ۔ نام سے کیا بنتا ہے جب کام اچھے نہ ہون ۔ والسلام ۔ نورالدین ۔ ۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ حضور کی آیت کریمہ اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین پر عملدرآمد کرنا فرض الٰہیہ سے ہے اور حدیث شریف پر عمل درآمد کرنا اس سے کم پایہ پر سنت اور مستحب ہے ۔

حدیث کے حکم کے مطابق ابتدا ر وضو مین ہاتھ دھونا اور آیۃ ... کے رو سے پہلے مونھ کا دھونا اور ہاتھون کا کہنیون تک دھونا اور پاؤن کا ٹخنون تک ملنا اور دھونا اور حدیث کے رو سے پاؤن پر پانی تین بار ڈالنا ثابت ہے ۔

شیعہ لوگ بھی الفاظ قرآنی پر زیادتی کرتے ہین جیسے کہ ابتدائے وضو مین ہاتھ دھوتے ہین اور سر کے مسح کے واسطے پانی لیتے ہین اور بعض وضو سے پہلے پاؤن دھو لیتے ہین حالانکہ یہ سب قرآن شریف کے الفاظ پر زیادتی ہے ۔ آپ ان سے پوچھین کہ پہلے پہل ہاتھ دھونا آیت مین کہان ہین اور سر کے مسح کے لئے پانی سے ہاتھ تر کرنا اور مسح پاؤن کے سے [illegible] نورالدین ۲۰ر اپریل

(۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ علم ۔ حاکم کے تابع ہوتا ہے ۔ اور علم معلوم کے تابع ۔ جناب الٰہی کا علم بتاتا ہے کہ فرعون اور ابوجہل باوجود طاقت اور استطاعت کے فنا ہو گئے اور خاتم النبیین کا انکار کرین گے ۔ پس وہ سزا کے قابل ہین آپ اگر تکلیف فرما کر ایک بار مجھ سے مل سکین تو آپ کو بہ تفصیل عرض کرون ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر بھی ایسے بہت ہین جو جان مال کو صرف آلٰہی رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہین ۔ ہزارون عیسائی ۔ یہودی اور ہندو ایسے موجود ہین آپ ان کے متعلق کیا خیال رکھتے ہین ۔

تو کار زمین را نکو ساختی ؎ کہ با آسمان نیز پرداختی

کا معاملہ نفرمادین ۔ والسلام ۔ ۲۰ر جون سنہ ۱۹۰۹ء

## المفتی

(۱) اگر توبہ کرین تو توبہ ہمیشہ قبول ہے (۲) چھاتی سینہ پر ہاتھ باندھنا صرف مسنون یا مستحب ہے اور یہ حدیث مین آیا ہے کہ نبی کریم سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور آثار مین یہ بھی آیا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے نماز آپ پوری پڑھا کرین (سوال یہ تھا کہ مجھے ہمیشہ ریل مین بوجہ ملازمت سفر رہتا ہے) (۳) جرابون پر مسح جائز ہے ۔

## مناجاتِ ناصر

مین مشکلات مین ہون مشکل کشا توہی ہے ۔ محتاج ہون مین تیرا حاجت روا توہی ہے
دکھ درد مین ہزارون کس کس کا نام لون مین ۔ بندہ ہون مین تو عاجز میرا خدا توہی ہے
سچے رسول تیرے سچی تری کتابین ۔ سب گمرہون کا لیکن اک رہنما توہی ہے
صدہا طبیب حاذق لاکھون ہین پیارے دوائین ۔ لیکن مرے پیارے دل کی دوا توہی ہے
کچھ بھی ہمین تو آتا تجھ بن نظر نہین ہے ۔ پوشیدہ بھی تو ہی ہے اور برملا توہی ہے
تیرے سوا نہین ہے معبود کوئی ہرگز ۔ قربان جس پہ دل ہین وہ دلربا توہی ہے
مان باپ بھائی بہنین بیوی ہو یا کہ بچے ۔ ہین چار دن کے ساتھی لیکن سدا توہی ہے
جو تیرے پاس آیا اس نے ہی لطف پایا ۔ کل بے وفا ہے دنیا اک باوفا توہی ہے
جس نے نہ تجھ کو دیکھا ہے عقل کا وہ اندھا ۔ آنکھون کا نور تو ہے دل کا دیا توہی ہے
جس خوش ادا پہ ہوتے قربان ہین سب رنگیلے ۔ مین تیرے منہ کے صدقے وہ خوش ادا توہی ہے
ڈر ہے تو تیرا ڈر ہے امید ہے تو تجھ سے ۔ سب سے جلائے خوف تو ہی جائے رجا توہی ہے
جس دل کا تیرے غم مین ہوتا ہے خون پیارے ۔ انجام کار اس کا بس خونبہا توہی ہے
تیرے فقط کرم سے پاتا ہے کوئی تجھ کو ۔ ہر چیز کی ہے قیمت اک بے بہا توہی ہے
سب سے عظیم تو ہے اور سب سے تو ہے اعلےٰ ۔ ہر شے کی انتہا ہے بے انتہا توہی ہے
لوگون نے جو ہے سمجھا وہ تو نہین ہے ہرگز ۔ ہم مانتے ہین تجھ کو بیشک خدا توہی ہے
مومن ہین تیرے شیدا اسمین نہین ذرا شک ۔ کافر کے بھی تو دل کا بس مدعا توہی ہے
ہے قرب تیرا دولت دوری تری فقیری ۔ دل کو غنا ہو جس سے وہ کیمیا توہی ہے
شاہون کا شاہ تو ہے سبکی پناہ تو ہے ۔ سب شاہ تو بناتا کرتا گدا توہی ہے
تو ہم کو ہے کھلاتا اور تو ہی ہے پلاتا ۔ بیمار ہم جو ہوویں دیتا شفا توہی ہے
دکھ درد سے رہائی دیتا ہے تو ہی ہم کو ۔ اور دور ہم سے کرتا ہر اک اذا توہی ہے
سامان زندگی کا تو نے دیا ہے ہم کو لو ۔ کپڑے تو ہی پہناتا دیتا غذا توہی ہے
تو پھول ہے کھلاتا اور پھل ہی ہے لگاتا ۔ میوے ہمین کھلاتا یہ بامزا توہی ہے
پرعیب کل بشر ہین بے عیب ذات تیری ۔ سب پرخطا ہین بندے اک بے خطا توہی ہے
ناصر کی کردہ تو تیرا ہے نام ناصر ۔ منظور عاجزون کی کرتا دعا توہی ہے
جب سرکشی سے بندے ہوتے ہین تجھ سے باغی ۔ ان کی سزا کی خاطر لاتا وبا توہی ہے
رکھنے کے جو ہین قابل رکھتا ہے انکو تو ہی ۔ جو ہین فنا کے لائق کرتا فنا توہی ہے
توبہ قبول کرنا تیرا ہی کام ہے بس ۔ تو سب سے قریب ہم سے سنتا دعا توہی ہے
دل مین خیال نیکی آتا ہے جب ہمارے ۔ تو اس کا ہے محرک دیتا ندا توہی ہے
بدیون سے پھیر لاتا رہ ہم کو ہے دکھاتا ۔ ہم کرتے ہین برا ہی کرتا بھلا توہی ہے
ہم ہین فقیر تیرے تو ہے غنی ہمارا ۔ ہم لیتے ہین جو قرضہ کرتا ادا توہی ہے
اولاد و مال تو نے ہم کو دیا ہے بے شک ۔ احسان ہمپہ کرتا صبح و مسا توہی ہے
تو ہم کو پالتا ہے آفات ٹالتا ہے ۔ اور ہم سے دور کرتا ہر اک بلا توہی ہے
تو محنتین ہماری کرتا نہین ہے ضائع ۔ خدمات کا ہماری دیتا صلا توہی ہے
پھنستے ہین ہم الم مین پڑتے ہین قید غم مین ۔ آخر مصیبتون سے کرتا رہا توہی ہے
تجھکو فنا نہین ہے ہم کو بقا نہین ہے ۔ دیتا ہے زندگی تو کرتا فنا توہی ہے
چھوٹے ہون یا بڑے ہون بچے ہون یا کہ بڈھے ۔ جب چاہتا ہے ہم پر لاتا قضا توہی ہے
تبدیل کر رہا ہے جنگل کو بستیون مین ۔ شہرون کے شہر دم مین کرتا صفا توہی ہے
کر قوم پر ہماری الطاف یا الٰہی کو ۔ تیرے ہی ہین یہ بندے ان کا خدا توہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# محاسن اسلام

نمبر ۱

## ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ

کیسی مقدس ذات اور کیسا مقدس وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا کہ زندگی تو زندگی وفات کے بعد بھی تیرہ سو برس سے وہ حقائق و معارف اور وہ امور خارق عادت اور وہ نئی نئی صداقتیں آپکے ارشادات اور آپکے اقوال سے ظاہر و باہر ہو رہی ہیں کہ جن کا شمار طاقت سے باہر اور جن کی گنتی عقل سے بالا ہے جتنے مذاہب باطلہ ہیں وہ ہمیشہ فلسفہ اور علم طبعیات اور تمام حقیقی علوم سے ٹکرا کر شکست خوردہ ثابت ہوئے ہیں اور جہاں کہیں ایسے علوم کی اشاعت ہوئی ہے وہاں ہمیشہ مذہب کے متعصب طرفداروں نے ایسے علوم کے استیصال پر وہ وہ کارروائیاں کی ہیں کہ الاماں ہمیں اس بات اور اسکے متعلق واقعات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے اور عیسائی پادریوں اور یونان کے متعصب مذہبی لوگوں کے کارنامے ہمیں لمبے چوڑے [illegible] سکتے ہیں لیکن اسلام ہی ایک ایسا پاک [illegible] ان کے مخالف ہمیں ترغیب دیتا ہے کہ ہم ایسے علوم سے مستفید ہوں جیسا کہ وہ فرماتا ہے اوّل افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت۔ ان مذکورہ بالا آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ہمیں چار علوم کے حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ترجمہ پس کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح اس کی بناوٹ ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ہم ایسے علوم پر نظر کریں اور ایسے علوم سے مستفید ہوں جو کہ حیوانات کی بناوٹ اور اس کے متعلق تمام باتوں پر حاوی ہوں اونٹ کا ذکر بطور نمونہ کے ہے۔ پس ہم پر واجب ہے۔ کہ اس آیت کے ارشاد کے مطابق جہاں تک ہو سکے۔ بناوٹ و ساخت حیوانات کے علوم حاصل کریں (جن سے کہ آجکل یورپ مستفید اور مالا مال ہو رہا ہے)

دوم۔ و الی السماء کیف رفعت۔ ترجمہ۔ اور کیا انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے نظام عالم پر توجہ دلائی ہے کہ کیوں نہیں آسمان کی طرف دیکھتے کہ وہ کس طرح اونچا کیا گیا۔ یعنے اس کی بناوٹ مقدار کشش اور آسمان کے متعلق اجرام یعنی سورج۔ چاند۔ سیارے۔ ستارے وغیرہ وغیرہ تمام نظام شمسی و قمری کا علم اور روشنی اور کشش اور حرارت اور برودت غرض ہزارہا علوم کی طرف اشارہ ہے کہ کیوں نہیں لوگ اس طرف توجہ کرتے بجائے اس کے کہ قرآن یا اسلام علم نظام عالم کا مخالف یا متناقض ہوتا خود تنبیہ فرماتا ہے کہ کیوں نہیں علم نظام عالم پر توجہ کرتے اور کیوں نہیں سیاروں ستاروں کی گردشوں اور حرکات اور حوادثات کا مطالعہ کرتے۔ قرآن شریف تو فرماوے کہ تم سائنس پڑھو اور قوانین قدرت کا مطالعہ کرو۔ اور سلسلہ نظام عالم پر غور کرو۔ مگر مسلمان ہیں کہ ذرا کسی نے ایسی باتوں سے دلچسپی ظاہر کی بس اس پر کفر کا فتویٰ لگ گیا مگر یہ نہیں دیکھتے کہ کافر وہ ہے جو خدا تعالےٰ کے احکام کو پاؤں کے نیچے روندے نہ کہ وہ جو اس کے حکم سے اسکے افعال کا مشاہدہ کرے جس قوم پر ادبار آ جاتا ہے ہر شے میں تنزل ہی تنزل ہوتا جاتا ہے وہ مہتم بالشان باتوں کو معمولی اور معمولی باتوں کو مہتم بالشان ہونے کا جامہ پہنا دیتے ہیں اور افسوس کہ یہی ادبار اور ذلت کی نشانی ہے حکم تو مسلمانوں کو تھا کہ تم علم نظام کا مطالعہ کرو مگر عمل کریں یورپ والے

سوم۔ والی الجبال کیف نصبت۔ ترجمہ۔ اور کیوں نہیں دیکھتے پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح یہ زمین میں نصب کئے گئے ہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پتھروں اور پہاڑوں کے متعلق جو علوم ہیں اور جو حکمتیں ان سے وابستہ ہیں ان سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ پہاڑوں کے متعلق صدہا علوم ہیں کہیں تو پہاڑ کاٹنے کا علم ہے اور ان کے اسباب کے علوم ہیں اور کہیں پہاڑی نباتات اور پہاڑی جانوروں اور برف اور بادلوں کا علم ہے۔ غرض ہر ایک ایسی شے جس کا پہاڑ سے کوئی تعلق ہے سب پہاڑ کے متعلق ہے۔ اسی طرح زلزلوں کے متعلق علم بھی پہاڑ کے تحت میں آتا ہے صدہا اور ہزارہا علوم پہاڑوں سے وابستہ ہیں اگر انسان ان کو حاصل کرے اور ان کا مطالعہ کرے تو قطع نظر دنیاوی فوائد کے روحانی فوائد کے ایک سلسلہ کا وہ مورد ہو سکتا ہے مثلاً خدا کی قدرت پر ایک خاص ایمان آتا ہے۔ جب انسان سینکڑوں میل لمبے چوڑے قطعات اور پہاڑوں کے سلسلہ پر نظر دوڑاتا ہے اور ان کے مہیب نظارہ پر نظر کرکے خدا کی صنعت کی خوبی اور اس کی قدرت اظہر من الشمس دیکھتا ہے مگر اس علم میں مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں تمام بڑے بڑے انجینئر جو پہاڑ کے کاٹنے کے عالم ہوتے ہیں تمام یورپین ہی ہوتے ہیں۔ کبھی کوئی مسلمان اس کام میں معتد بہ علم اور مہارت رکھتا ہوا نظر نہیں آیا۔ غرض پہاڑوں کے متعلق ہر قسم کے علوم سے مسلمان بے بہرہ ہیں۔ اہل یورپ والے آج کل پہاڑوں کے کھودنے اور کاٹنے اور ان میں سوراخ کرنے راستہ بنانے اور ان کی نباتات کا مطالعہ کرنے اور ان کے چشموں کی سردی اور برودت اور صفائی کے حیرت انگیز کرشموں پر غور کرنے ان کے ندی نالوں دریاؤں کو توجہ سے دیکھنے اور ان کے عجیب عجیب قسم کے حیوانات اور اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے میوہ جات اور عمدہ سے عمدہ اشیاء سے فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

چہارم۔ والی الارض کیف سطحت۔ ترجمہ۔ اور کیوں نہیں دیکھتے کہ کس طرح زمین بچھائی گئی۔ اس آیت میں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ لفظ کیف سطحت سے اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کس طرح بچھائی گئی یعنے یہ بھی عظیم الشان قدرتوں سے ہے۔ زمین تو ہم نے بنائی گول۔ مگر جہاں دیکھو سطح والی نظر آتی ہے . . . . . . . . . . . . . یعنی حاصل مطلب یہ ہے کہ زمین تو گول ہے۔ مگر ہماری قدرت کاملہ نے اسے اتنا بڑا جسم دیا کہ وہ ایک سطح کے رنگ میں ہو گئی اور لوگ اس پر کام کرنے کے لائق ہو گئے۔ اس آخری آیت میں خدا تعالیٰ نے مجموعی طور پر ہر قسم کے علم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اوّل خود زمین کے متعلق کہ وہ کس مادہ سے بنی ہے۔ اور اس کے اجزا ترکیبی کیا ہیں پھر اس کے اندرونی حالات اس کی مختلف کیفیتیں اس کے خواص اور ان تمام اشیاؤں کے خواص اور ان کی قوتیں جو زمین میں ہوتی ہیں۔ مثلاً نباتات کے متعلق ان کے موسموں کے متعلق۔ پودوں کے پیوند کے متعلق۔ پھولوں [illegible] میوؤں [illegible] ترکاریوں کے متعلق۔ زہروں کے متعلق۔ غرض نباتات کی صدہا مختلف شاخوں کے متعلق اسی طرح حیوانات حشرات الارض اڑنے والے۔ رینگنے والے۔ چوپائے۔ پانی میں رہنے والے جانوروں کے متعلق علم اور ان کے خواص اور ان کے فوائد۔ غرض حیوانات کی ہزارہا مختلف اقسام کے متعلق جو علوم ہیں وہ اس آیۃ کریمہ سے مراد ہیں۔ جمادات۔ سمندر اور سمندر کے عجائبات اور لاکھوں اشیاء کا علم جو سمندر میں موجود ہیں ارض کے تحت میں ہے۔ کانیں اور دفینے اور سونے اور چاندی اور اور دھاتوں کے نکالنے کا بھی علم ارض کے ماتحت ہے۔ غرض میں کہاں تک بیان کروں کہ زمین کے متعلق کون کون سے علم ہیں نہ تو میں ان کی واقفیت رکھتا ہوں اور نہ ہی کوئی فرد بشر ان کا احاطہ کر سکتا ہے . . . . . . . .

. . . کیونکہ عجائب طلسمات اور ایجادات کا سلسلہ بڑی تیزی سے دنیا میں ترقی کر رہا ہے۔ غرض یہ آیت تمام علوم دنیاوی پر دلالت کرتی ہے اور سائنس اور فلسفہ اور علم طبعیات کے حاصل کرنیکا حکم دیتی ہے۔ پھر بھلا ایسے علوم کس طرح قرآن شریف یا اسلام کے متناقض قرار دئے جا سکتے ہیں۔ تمام مذاہب باطلہ خشک اور سوکھی لکڑی کی مانند ہیں جس کو فلسفہ کی بھسم کر دینے والی اور سائنس کی خاک کر دینے والی بجلی ہر وقت خطرہ میں ڈال رہی ہے اور وہ وقت قریب ہے۔ جب کہ آگ لکڑی کو جلا کر خاک سیاہ کر دے گی۔ یا لکڑی والے خود لکڑی کو